© rasailojaraid.com

صدیق اکبرؓ سے حضرت علیؓ کی بیعت

از

(سعید احمد)

"یہ مضمون اڈیٹر "برہان" کی جدید ضخیم کتاب کا ایک ٹکڑہ ہے۔ جو ۵۶ء کی مطبوعات ندوۃ المصنفین میں شامل ہوگی۔"

وان أسأت فقوّموني۔ الصدق امانةٌ والکذب خیانةٌ والضعیف منکم قوی عندی حتی أزیح علته ان شاء اللہ ۔ والقوی فیکم ضعیف حتی آخذ عنه الحق ان شاء اللہ ۔ لا یدع قوم الجهاد فی سبیل اللہ الا ضربهم اللہ بالذل ۔ ولا یشیع قومٌ قط الفاحشة الا عمّهم اللہ بالبلاء اطیعونی، ما اطعت اللہ ورسولہٗ فاذا عصیت اللہ ورسولہٗ فلا طاعة لی علیکم قوموا الی صلاتکم یرحمکم اللہ[1]

تم میری مدد کرو۔ اور اگر بُرا کروں تو مجھ کو سیدھا کردو۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ چنانچہ میں اس کا شکوہ دور کروں گا اور تم میں جو قوی ہے وہ کمزور ہے چنانچہ میں انشاء اللہ اس سے حق لوں گا۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے اللہ اس کو ذلت کی مار مارتا ہے اور جس قوم میں شدید قسم کی بُری باتیں عام ہو جاتی ہیں اللہ ان پر مصیبت عام کر دیتا ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔ اچھا! اب جاؤ نماز پڑھو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے

[1] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متخلفین | سیر و تاریخ کی کتابوں میں بعض ایسی شخصیتوں کے نام ملتے ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اس وقت بیعت نہیں کی۔ ان میں سب سے اہم نام نامی اور اسم گرامی حضرت علی مرتضیٰ کا ہے۔ ان کے بعد حضرت زبیر اور سعد بن عبادہ کے نام آتے ہیں۔ چوں کہ یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے اور اس قدر معمولی نہیں جیسا کہ عام مورخین نے اس کو سمجھ رکھا ہے چنانچہ وہ اس کا سرسری ذکر کرکے آگے بڑھ گئے ہیں اور اس مسئلہ کی صحیح حقیقت معلوم نہ ہونے سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اس بنا پر ہم ان تینوں بزرگوں میں سے ہر ایک کی نسبت الگ الگ کلام کرتے ہیں۔

صدیق اکبر سے حضرت علی کی بیعت | حضرت علی کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ آپ نے چھ ماہ یعنی حضرت فاطمہ کی وفات تک حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی اور ناراض ہوئے گھر میں بیٹھے رہے آخر جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اور آپ کے ساتھ جو دوسرے بنو ہاشم تھے انھوں نے حضرت ابوبکر کو حضرت علی کے مکان پر بلایا۔ یہاں دونوں میں گفتگو ہوئی شکوہ شکایت ہوئے اور آخر جب صلح صفائی ہو گئی تو حضرت علی نے بیعت کی جس سے سب مسلمانوں کو بڑی مسرت حاصل ہوئی۔

مورخین اور عام ارباب سیر کی اس رائے کا منشا دراصل صحیح بخاری کی روایت ذیل ہے:

عن عائشة ان فاطمة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت الی ابی بکر تسئلہ میراثھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ بالمدینة وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقة انما یاکل آل محمد فی

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ نے حضرت ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا جس میں انھوں نے ان چیزوں میں جو اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں بہ طور فے عطا فرمایا تھا اور فدک میں اور خیبر کے خمس میں جو کچھ بچا تھا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هذا المال وانی واللہ لا اغیر شیئا
من صدقة رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن حالها التی کان
علیها فی عهد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ولا عملن فیها بما
عمل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فابی ابوبکر ان یدفع الی
فاطمة منها شیئا فوجدت
فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فهجرته
فلم تکلمه حتی توفیت وعاشت
بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ستة اشهر فلما توفیت دفنها
زوجها علی لیلا ولم یؤذن بها
ابا بکر وصلی علیها وکان لعلی
وجه حیاة فاطمة فلما توفیت
استنکر علی وجوہ الناس فالتمس
مصالحة ابی بکر ومبایعته
ولم یکن یبایع تلک الاشهر
فارسل الی ابی بکر ان ائتنا
ولا یاتنا احد معک کراهیة
لمحضر عمر فقال عمر لا واللہ

ہم چھوڑ جائیں گے وہ صدقہ ہوگا اور آل محمد بھی
اسی میں سے کھائیں گے قسم اللہ کی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ آپ کی زندگی میں جس حالت
پر تھا میں اس میں کوئی تغیر نہیں کروں گا اور میں
اس سے متعلق وہی عمل کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کیا تھا۔ یہ کہہ کر ابوبکر نے فاطمہ کو ان چیزوں
میں سے کوئی بھی چیز کے دینے سے انکار کر دیا۔ اس
پر فاطمہ ابوبکر سے ناراض ہو گئیں۔ انھوں نے
ان کو چھوڑ دیا اور وفات پانے تک ان سے کلام
نہیں کیا۔ فاطمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی
تو ان کے شوہر علی نے رات ہی کو انھیں دفن کر دیا
اور ابوبکر کو اس کی خبر نہیں کی اور علی نے ان کی نماز
پڑھی۔ فاطمہ کی زندگی میں علی کا بڑا وقار تھا لیکن جب
فاطمہ کی وفات ہو گئی تو علی نے محسوس کیا کہ اب
لوگوں کے دلوں میں وہ پہلی سی بات نہیں رہی ہے
اس لئے انھوں نے ابوبکر سے صلح کر لینی اور ان سے
بیعت کرنی چاہی اور انھوں نے ان مہینوں میں
بیعت نہیں کی تھی۔ چنانچہ علی نے ابوبکر کو گھر بلایا
اور ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ آپ کے ساتھ کوئی
اور نہ آئے کیوں کہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاندخل علیھم وحدك فقال ابوبکر	تھے کہ ان کے ساتھ عمر آئیں۔ عمر نے ابو بکر کو مشورہ
وما عسیتھم ان یفعلوہ بی واللہ	دیا کہ وہ تنہا نہ جائیں۔ ابو بکر نے کہا کہ مجھ کو ان
لآتینھم فدخل علیھم ابوبکر فتشھد	(بنو ہاشم) سے یہ امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ ایسا
علی فقال انا قد عرفنا فضلك وما	ویسا معاملہ کریں گے۔ بخدا میں ان کے پاس ضرور
اعطاك اللہ ولم ننفس علیك	جاؤں گا۔ چنانچہ ابو بکر ان کے پاس آئے تو علی نے
خیراً ساقہ اللہ الیك ولکنك	کلمۂ تشہد پڑھا اور پھر کہا کہ ہم آپ کے فضل کو اور جو
استبددت علینا بالامر وکنا نری	کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے اس کو پہچانتے ہیں اور جو
لقرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ	خیر (خلافت) اللہ نے آپ کو بخشا ہے ہم اس میں
علیہ وسلم نصیبا حتی فاضت	آپ کی ریس نہیں کرتے لیکن ہاں آپ نے خلافت
عینا ابی بکر فلما تکلم ابو بکر	کا معاملہ خود ہی طے کر لیا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ
قال والذی نفسی بیدہ لقرابۃ	علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے ہم بھی اس میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ ابو بکر یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے
احب الی ان اصل من قرابتی	پھر جب انھوں نے بولنا شروع کیا تو کہا "قسم ہے
واما الذی شجر بینی وبینکم من	اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے
ھذہ الاموال فانی لم آل فیھا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھ کو اس
عن الخیر ولم اترك امراً رأیت	سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے اعزہ کے ساتھ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلہ رحمی کروں رہا وہ اختلاف جو میرے اور تمہارے
یصنعہ فیھا الا صنعتہ فقال علی	درمیان ان اموال کے بارہ میں رونما ہو گیا ہے تو
لابی بکر موعدك العشیۃ للبیعۃ	میں نے خیر کے کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے
فلما صلی ابوبکر الظھر رقی علی	اور میں نے کوئی ایسا کام جس کو رسول اللہ صلی اللہ
المنبر فتشھد وذکر شان علیؓ	علیہ وسلم نے کیا ہو اس کو کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ یہ سن کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتخلفه عن البيعة وعذره بالذي اعتذر اليه ثم استغفر وتشهد علي فعظم حق ابي بكر وحدث انه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على ابي بكر ولا انكار للذي فضله الله به ولكنا كنا نرى لنا في هذا الامر نصيبا واستبد علينا فوجدنا في انفسنا فسر بذلك المسلمون وقالوا اصبت وكان المسلمون الى علي قريبا حين راجع الامر بالمعروف[1]

علی نے ابو بکر سے کہا کہ اچھا! آپ بیعت کے لئے شب میں آیئے۔ پھر جب ابو بکر نے ظہر کی نماز ادا کر لی تو انھوں نے کلمۂ تشہد پڑھا اور علی کا حال اور بیعت سے ان کی علیحدگی اور اس کا جو عذر انھوں نے بیان کیا تھا وہ سب بیان کیا پھر استغفار پڑھا اس کے بعد علی نے تشہد پڑھا۔ ابو بکر کے حق کی بڑائی بیان کی اور انھوں نے کہا کہ میں نے جو کچھ کیا تھا اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ میں ابو بکر پر حسد کرتا تھا اور اللہ نے ان پر جو انعامات کئے ہیں میں ان کا منکر تھا لیکن بات یہ ہے کہ ہم لوگ بھی خلافت کے معاملہ میں اپنا کچھ حصہ سمجھتے تھے ابو بکر نے اس میں ہماری بات بھی نہیں پوچھی اس لئے ہمارے دل میں اس کا ملال تھا یہ سن کر سب مسلمان بہت خوش ہوئے اور انھوں نے کہا "آپ نے درست فرمایا" اور مسلمان علی سے قریب ہو گئے جب وہ امر بالمعروف کی طرف لوٹ آئے۔

اس کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی امام زہری سے روایت ہے کہ کسی شخص نے ان سے بیان کیا کہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر سے حضرت فاطمہ کی وفات کے وقت تک بیعت نہیں کی تو انھوں نے کہا کہ نہیں! حضرت علی ہی نے نہیں بلکہ بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ لیکن حافظ ابن حجر نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیوں کہ زہری نے اس کی سند نہیں بیان کی[2] بیہقی نے

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۸ و ۶۰۹ باب غزوۂ خیبر [2] فتح الباری جلد ۷ ص ۳۷۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس روایت کی جو وجہ ضعف بیان کی ہے اس کے علاوہ اس روایت کا یہ جز بھی تمام روایات کے خلاف ہے کہ بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی۔

اب رہ گئی صحیح بخاری کی روایت تو اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت علی کا چھ ماہ تک بیعت نہ کرنا ایک ایسی بات ہے جو حضرت علی کی شان سے بھی بعید ہے اور حضرت ابوبکر کا اتنے دنوں تک اس پر صبر کرنا خود حضرت ابوبکر سے مستبعد ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ حضرت ابوبکر کو صحابہ کرام میں جو بلند مرتبہ و مقام حاصل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر جو خصوصی اعتماد و اعتبار تھا اور جس کی وجہ سے آپ نے صراحۃً اشارۃً (جس کا ذکر آگے آئے گا) حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف ایما فرمایا تھا حضرت علی اس سے ناواقف نہیں ہو سکتے تھے، علاوہ بریں خود حضرت علی درویشی و بےنفسی اور ولایت و انابت الی اللہ کے جس مرتبۂ اعلیٰ و ارفع پر متمکن تھے وہ بھی کوئی پوشیدہ حقیقت نہیں ہے اس بنا پر یہ قطعی ناممکن ہے کہ حضرت علی حضرت ابوبکر کو مستحق خلافت یا خلیفہ برحق نہ سمجھتے ہوں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی اسی روایت میں حضرت علی صاف لفظوں میں حضرت ابوبکر کے فضائل و مناقب اور ان کے استحقاق خلافت کا اعتراف کرتے ہیں اور یہ بھی بصراحت فرماتے ہیں کہ ان کو خلافت کے معاملہ میں حضرت ابوبکر کے ساتھ نہ کچھ اختلاف تھا اور نہ وہ اس پر ان کے ساتھ کوئی مناقشت رکھتے تھے۔

یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اپنی پرانی عصبیت کی بنا پر اس وقت غیر ذمہ دارانہ گفتگو کر کے حضرت علی کو مشتعل کرنا بھی چاہا تو آپ نے سختی کے ساتھ ان کو ڈانٹ دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوسفیان نے جو حضرت امیر معاویہ کے والد تھے حضرت علی کو عار دلائی اور ان کو حضرت ابوبکر کی مخالفت پر برانگیختہ کرنے کی غرض سے کہا کہ "یہ دیکھئے! قریش میں جو گھٹیا درجہ کا قبیلہ ہے خلافت اس میں چلی گئی۔ خدا کی قسم اگر آپ اس کے خواہاں ہوں تو میں مدینہ کو سوار اور پیادہ فوج سے بھر دوں۔ حضرت علی یہ سنتے ہی برہم ہو گئے اور بگڑ کر فرمایا "اے ابوسفیان تم اسلام اور مسلمانوں کے پرانے دشمن ہو۔ تم ایسی باتوں سے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ ہم نے ابوبکر کو خلافت کا اہل پایا ہے[1]۔ حضرت ابوبکر تو ابوبکر تھے

---

[1] ابن جریر طبری ج ۲ ص ۲۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت علی کی شان تو یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے مقابلہ میں بھی اپنے لئے خلافت کا دعویٰ نہیں کیا اور کبھی جمہور امت سے اس معاملہ میں الگ نہیں ہوئے چنانچہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت علی سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت پر مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہوا لیکن آپ کی خلافت پر وہ متفق نہیں ہیں تو حضرت علی نے جواب دیا کہ ابوبکر و عمر میرے جیسے مسلمانوں پر والی تھے اور میں تم جیسے مسلمانوں کا والی ہوں"[1]

ان بیانات سے صاف ظاہر اور ثابت ہے کہ حضرت علی کو حضرت ابوبکر کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں تھا اور وہ اس معاملہ میں ان کے مخالف نہیں تھے البتہ ہاں جیسا کہ بخاری کی اسی روایت میں اور دوسری روایات میں ہے حضرت علی کو حضرت ابوبکر کی طرف سے ملال ضرور تھا۔ جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عین اس وقت جب کہ حضرت علی اور دوسرے آل بیت نبوی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے حضرت ابوبکر سقیفۂ بنو ساعدہ کی خبر سنتے ہی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو ساتھ لے وہاں پہنچ گئے اور خلافت کا معاملہ طے کر آئے اور حضرت علی سے اس بارہ میں کوئی مشاورت نہیں کی۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر کی طرف سے تکدرِ خاطر تھا جو بربنائے بشریت پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضرت علی کے ملال کی یہ دونوں وجہیں محض ذاتی اور شخصی تھیں اس بنا پر ان کا اثر یہ تو ہو سکتا تھا کہ حضرت علی اور حضرت ابوبکر کے تعلق باہمی میں وہ شگفتگی نہ ہو جو معاشرتی زندگی میں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن چونکہ خلافت ایک قومی اور اجتماعی مسئلہ تھا اس بنا پر اس ذاتی رنجش کا نتیجہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ حضرت علی سرے سے بیعت ہی نہ کرتے اور تفرق بین المسلمین کا سبب بنتے۔ حضرت علی کی جمہوریت پسندی اور رائے عامہ کے احترام کی کیفیت تو یہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر نے اپنے مرض الموت میں حضرت عمر کا نام اپنی جانشینی کے لئے تجویز کیا تو اگرچہ حضرت علی ذاتی طور پر اس سے متفق نہیں تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی اس رائے کا اظہار کر بھی دیا تھا۔ لیکن آخر جب حضرت عمر نامزد ہو ہی گئے تو پھر کوئی مخالفت نہیں کی اور سب مسلمانوں کے ساتھ انھوں نے بھی بیعت

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۷۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرلی ۔ پس جب ان کی یہ فطرت تھی تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا تھا کہ بیعت عامہ ہو جانے کے باوجود حضرت علی سب مسلمانوں سے الگ رہتے اور بیعت نہ کرتے ۔

ماوردی اور اشعری نے حضرت علی کے تخلف عن البیعۃ کا ایک عذر یہ بھی بیان کیا ہے کہ خلیفہ سے فرداً فرداً ہر مسلمان کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے ۔ ہزاروں مسلمان بیعت کر ہی چکے تھے اس لئے اگر ایک حضرت علی نے بیعت نہیں کی تو اس کو مخالفت پر محمول نہیں کیا جاسکتا[1]۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ عذر صحیح نہیں ہے ۔ کیوں کہ حضرت علی اپنی ذات سے تنہا ایک شخص نہیں تھے بلکہ پوری ایک جماعت ۔ ایک قوم اور ایک گروہ تھے ان کا بیعت نہ کرنا اسلامی وحدت کے لئے عظیم ترین رخنہ کا باعث ہو سکتا تھا اور اپنی اس حیثیت سے یقیناً وہ خود بھی بے خبر نہیں تھے[2]۔

صحیح بخاری کی روایت پر ہم نے اشکال کی جو تقریر سطور بالا میں کی ہے وہ درایت کے اعتبار سے تھی روایتی حیثیت سے تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس روایت کے مقابلہ میں چند ایسی روایتیں بھی ہیں جن سے چھ مہینے تک بیعت نہ کرنے کی تردید ہوتی ہے ۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم وہ روایت ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس روایت کو صحیحین میں درج نہیں کیا ہے لیکن ہے ان دونوں کی شرط پر ہے اور اس لئے صحیح ہے ، روایت یہ ہے :-

ان عبد الرحمٰن بن عوف کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وان محمد بن مسلمۃ کسر سیف الزبیر ثم قام ابو بکر فخطب الناس	عبد الرحمٰن بن عوف بھی عمر بن الخطاب کے ساتھ تھے اور محمد بن مسلمہ نے زبیر کی تلوار توڑ دی تھی پھر ابو بکر کھڑے ہوئے انھوں نے خطبہ دیا اور معذرت چاہتے ہوئے کہا ،، اللہ کی قسم مجھ کو امارت کا لالچ

---

[1] فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۸ و فیض الباری ج ۴ ص ۲۴۱

[2] جلال الدین سیوطی نے اتقان میں ایک روایت نقل کی ہے جس کی انھوں نے تصحیح بھی کی ہے کہ حضرت علی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک خطبہ دیا اور فرمایا کہ میں جب تک قرآن جمع نہیں کرلوں گا گھر سے نہیں نکلوں گا ۔ بعض حضرات نے اس جمع قرآن کو حضرت علی کی طرف سے بیعت نہ کرنے کا عذر بتایا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ کوئی عذر ہے بھی تو عذر بارد ہے ۔ چند منٹ کے لئے بیعت کے واسطے آجانا جمع قرآن کے کام میں کیوں کر خلل انداز ہو سکتا تھا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واعتذر اليهم وقال والله ما كنت
حريصا على الامارة يوما ولا ليلة
قط ولا كنت فيها راغبا ولا سألتها
الله في سر وعلانية ولكني اشفقت
من الفتنة ومالي في الامارة من
راحة ولكن قلدت امرا عظيما مالي
به من طاقة ولا يد الا بتقوية
الله عزوجل ولوددت ان اقوى
الناس عليها مكاني اليوم فقبل
المهاجرون منه ما قال وما اعتذر
به - قال علي والزبير ما غضبنا الا لا
نا قد أخرنا عن المشاورة وانا نرى
ابابكر احق الناس بها بعد رسول
الله صلى الله عليه وسلم انه لصاحب
الغار وثاني اثنين وانا لنعلم بشرفه
وكبره ولقد امره رسول الله صلى
الله عليه وسلم بالصلاة بالناس
وهو حي (المستدرک ج ۳ ص ۶۶)

کسی دن یا کسی رات بالکل بھی نہیں تھا اور
نہ مجھ کو اس کی کوئی رغبت تھی اور نہ میں نے
پوشیدہ طور پر یا علانیہ اس کا اللہ سے سوال
کیا تھا لیکن ہاں میں فتنہ سے ڈرتا تھا اور
امارت میں میرے لئے کوئی راحت نہیں
ہے۔ بلکہ میرے گلے میں ایک اتنے بڑے کام
کا طوق ڈال دیا گیا ہے جس کی بجز توفیق الٰہی
کے مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ میں چاہتا تھا
کہ کوئی مجھ سے زیادہ قوی آدمی آج میری
جگہ پر ہوتا۔ ابوبکر نے جو کچھ کہا تھا مہاجرین نے
اس کو قبول کر لیا۔ علی رضی اللہ عنہ اور زبیر
نے کہا، ہم کو صرف اس بات پر غصہ تھا
کہ مشورہ کے وقت ہمیں پس پشت ڈال
دیا گیا۔ ورنہ ہم بے شبہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد امارت کا سب سے زیادہ
مستحق ابوبکر ہی کو سمجھتے تھے۔ وہ صاحب
غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم ان کے شرف
اور عظمت کو جانتے ہیں۔ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھانے کا
حکم اپنی حیات ہی میں دیا تھا۔

اب ایک اور پہلو سے غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اگر بالفرض حضرت علی بیعت نہ کرتے تو حضرت ابوبکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان معاملات میں جس قدر سخت تھے اس کے پیش نظر ان سے یہ بالکل بعید بات تھی کہ وہ صبر کر کے خاموش بیٹھے رہتے اور فتنہ کے اس دروازہ کو کھلا چھوڑ دیتے۔ چنانچہ اس ذیل میں ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں جس سے اس بیعت کے معاملہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت علی دونوں کے طرز عمل پر ایک ساتھ روشنی پڑتی ہے۔ یہ روایت حضرت ابو سعید الخدری کی ہے سقیفۂ بنی ساعدہ کے واقعہ کے ابتدائی اجزاء بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

فلما قعد ابو بكر على المنبر نظر في وجوه القوم فلم ير عليا فسأل عنه فقام ناس من الانصار فاتوا به فقال ابو بكر ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه اردت ان تشق عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعه . . . . هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه[1]

جب ابو بکر منبر پر بیٹھ گئے تو انھوں نے لوگوں پر ایک نظر ڈالی اور جب علی کو نہیں دیکھا تو اُن کی نسبت پوچھا کچھ انصاری کھڑے ہوئے اور جا کر علی کو لے آئے اب ابو بکر نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد بھی ہیں کیا آپ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ علی نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملامت نہ کیجئے اس کے بعد علی نے ابو بکر سے بیعت کر لی۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط شیخین پر ہے اور انھوں نے صحیحین میں اس کو درج نہیں کیا ہے۔

ابن سعد میں حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے فرمایا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے خلافت کے معاملہ میں غور وخوض کیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو نماز میں آگے کر دیا تھا۔ اس بناء پر ہم اپنی دنیا کے واسطے اس شخص سے راضی ہو گئے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین کے لئے راضی ہوئے تھے۔ اب ہم نے بھی ابو بکر

[1] المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو آگے کر دیا یعنی بالاتفاق انھیں خلیفہ بنا دیا۔[1]

اب ان تمام روایات کو سامنے رکھو ان سب پر یک جائی طور پر نگاہ ڈالو۔ حضرت ابو بکر اور حضرت علی دونوں کی جلالتِ شان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا قرب واختصاص پھر نفس خلافت کی اہمیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس وقت تبلیغ واشاعت اور استحکام اسلام کے لئے باہمی اتفاق واتحاد کی سخت ضرورت۔ ان سب کو بھی پیش نظر رکھو اور بتاؤ کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ صاف نظر آتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر سے ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ بیعت کی ہے۔ پہلی بیعت بیعت خلافت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے ہی دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ کے موقع پر کی گئی اور دوسری بیعت بیعت رضا ہے جو آپ نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد کی ہے اس بیعت کا مقصد آپس میں صلح صفائی کرنا اور باہمی تعلقات کو پھر از سر نو خوشگوار کر لینا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر حضرت ابو سعید الخدری کی روایت جو مستدرک کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے اور جس سے حضرت علی کا پہلے ہی موقع پر بیعت کر لینا ثابت ہوتا ہے حافظ صاحب موصوف اس کو اصح بتاتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں

وجمع غیرہ بانہ بایعہ بیعۃً ثانیۃً	اور دوسرے لوگوں نے دونوں روایتوں میں تطبیق
موکدۃً للاولی لازالۃ ماکان	اس طرح دی ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر
وقع بسبب المیراث کما تقدم	سے پہلی بیعت کو موکد کرنے کی غرض سے دوسری
وعلی ھذا فقول الزھری لم یبایعہ	بیعت کی تھی۔ تاکہ میراث کی وجہ سے جو تکدر پیدا
علی فی تلک الایام علی ارادۃ الملازمۃ	ہو گیا تھا وہ جاتا رہے۔ اس قول کی بنا پر زہری
لہ والحضور عندہ وما اشبہ	جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی
ذالک فان فی انقطاع مثلہ عن	تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علی حضرت ابو بکر
مثلہ مایوھم من لایعرف	کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے پاس آتے جاتے

[1] ابن سعد تذکرہ حضرت ابو بکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باطن الامر انه بسبب عدم المرضا بخلافته فاطلق من اطلق ذالك وبسبب ذالك اظهر علی المبایعة التی بعد موت فاطمة علیها السلام لازالة هذه الشبهة[1]	نہیں تھے۔ کیوں کہ جو شخص حقیقت حال سے واقف نہیں تھا وہ حضرت علی جیسے شخص کو حضرت ابوبکر جیسی شخصیت سے کنارہ کش دیکھ کر یہی سمجھتا تھا کہ حضرت علی کا یہ طرز عمل اس بنا پر ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت سے راضی نہیں ہیں۔ پس جس نے بیعت کی نفی کی ہے اسی وہم اور غلط فہمی کی وجہ سے کی ہے اور حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی نے جو بیعت کی تھی وہ درحقیقت اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کی تھی

تاریخ اسلام کے نہایت مشہور محقق اور نقاد حافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ حضرت ابوسعید الخدری کی مذکورہ بالا روایت اور اسی مضمون کی دوسری روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وھذا اللائق بعلی رضی اللہ عنہ والذی یدل علیہ الآثار من شھودہ معہ الصلوات وخروجہ معہ الی ذی القصة بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما سنوردہ وبذلہ لہ النصیحة والمشورة بین یدیہ[2]	اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شایان شان یہی تھا اور اس پر دوسرے آثار بھی دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت علی کا حضرت ابوبکر کے ساتھ نمازوں میں شریک ہونا۔ ذوالقصہ کے معرکہ میں جس کا بیان آگے آئے گا اور جو آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد پیش آیا تھا حضرت علی کا حضرت ابوبکر کے ساتھ رہنا اور ان کو مشورہ دینا اور نصیحت کرنا۔

---

[1] فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۹ [2] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۰۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے بعد حافظ صاحب موصوف حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد بیعت کرنے کی روایت کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں:

واما ما یاتی من مبایعته ایاہ بعد موت فاطمة وقد ماتت بعد ابیہا علیہ السلام بستة اشہر فذالک محمول علی انہا بیعة ثانیة ازالت ما کان قد وقع من وحشة بسبب الکلام فی المیراث[1]

اور رہی وہ روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد بیعت کی تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دوسری بیعت تھی جس نے اس باہمی تکدر اور شکر رنجی کا ازالہ کر دیا جو میراث کے بارہ میں گفتگو سے پیدا ہو گئی تھی۔

حضرت علی کا تکدر طبع جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے اپنی جگہ مسلم! لیکن اس کا اثر یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ خالص دین کے معاملہ میں حضرت علی کی طرف سے کسی طرح کی مداہنت صادر ہوتی امام قرطبی فرماتے ہیں "حضرت علی اور حضرت ابوبکر کے درمیان جو شکر رنجی ہوئی اور بعد میں حضرت علی نے اس کے لئے جو معذرت خواہی کی جو شخص بھی اس پوری داستان پر غور و خوض کرے گا اس کو اس میں کوئی شبہ نہیں رہے گا کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے فضل و کمال کا اعتراف کرتا تھا اور دونوں کے دل میں ایک دوسرے کی محبت اور احترام موجود تھا۔ اگرچہ بشری طبیعت کبھی کبھی غالب آجاتی تھی لیکن دیانت اس کو رد کر دیتی تھی۔[2]

جہاں تک حضرت عائشہ کی روایت کا تعلق ہے جو صحیح بخاری میں ہے یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عائشہ نے جو واقعہ بیان کیا ہے اُس کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب کہ حضرت فاطمہ نے میراث کا مطالبہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ ٹھیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے یا بیعت عامہ کے دن نہیں ہوا ہو گا بلکہ چند روز کے بعد جب کہ حضرت ابوبکر بحیثیت خلیفۂ اول کے معاملات و امورِ خلافت کو باقاعدہ انجام دینے لگے ہوں گے اس بنا پر عین بیعت عامہ کے دن

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۰۲ [2] بحوالہ فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت فاطمہ کی رنجش کے باعث حضرت علی کا بیعت سے الگ رہنا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا کیوں کہ وجہ رنجش اب تک پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت علی حضرت ابو بکر کے ساتھ گفتگو کے وقت اپنی رنجش کی وجہ میراث کے معاملہ کو نہیں بتاتے بلکہ اُس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق خصوصی کے باعث اس کو اپنا حق سمجھتے تھے کہ خلافت کا معاملہ طے کرتے وقت حضرت ابو بکر حضرت علی کو بھی اپنے اعتماد میں لیتے اور جس طرح انھوں نے حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ کو اس موقع پر اپنے ساتھ رکھا تھا حضرت علی کو بھی ساتھ رکھتے اور ان کی غیر موجودگی میں بالا ہی بالا سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے انتخاب کا مرحلہ طے نہ کرآتے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ حضرت علی کی کشیدگی کی اصل وجہ حضرت فاطمہ کا ہی تکدر طبع تھا۔ لیکن جب حضرت ابو بکر نے میراث کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی پڑھ کر سنا دیا تو اب حضرت علی کے لئے گنجائش نہ تھی کہ وہ میراث کے معاملہ کو اپنی رنجش کا سبب قرار دیں اس بنا پر جب صلح صفائی کا وقت آیا تو حضرت علی نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا بلکہ صرف امر خلافت کے بارہ میں ان کی بات نہ پوچھنے کا گلہ کیا یہ وہی بات ہے جس کو ارباب معانی کی زبان میں نکتہ بعد الوقوع کہتے ہیں۔

پھر یہ بھی دیکھو کہ حضرت عائشہ حضرت علی کے بیعت نہ کرنے کو "وما کان بایعہ" وغیرہ صاف لفظوں سے بیان نہیں فرمائیں جیساکہ امام زہری کی روایت میں ہے۔ بلکہ "ولم یکن یبایع تلک الاشھر" جیسے غیر واضح لفظوں سے بیان فرماتی ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عائشہ دراصل فرمانا یہ چاہتی ہیں کہ حضرت علی نے بیعت تو کرلی تھی لیکن چوں کہ اس کے بعد ہی رنجش پیدا ہوگئی اور اس کی وجہ سے وہ کنارہ کش ہو کر بیٹھ گئے اس لئے ان کا بیعت کرنا نہ کرنا دونوں برابر تھے۔ انھوں نے رسمی طور پر اگرچہ بیعت کرلی تھی مگر عملاً ایسا تھا کہ گویا بیعت کی ہی نہیں تھی۔

ہم نے یہ جو کچھ لکھا ہے اُس کی تائید طبری کی مندرجہ ذیل دو روایتوں سے بھی ہوتی ہے

قال عمرو بن حریث لسعید بن زید — عمرو بن حریث نے سعید بن زید سے پوچھا کہ کیا آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشهدت وفاة رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال فمتى بويع ابوبكر
قال يوم مات رسول الله كرهوا
ان يبقوا بعض يوم وليسوا في جماعة
قال فخالف عليه احدٌ قال لا الا
مرتد او من قد كاد ان يرتد لولا
ان الله عز وجل ينقذهم من
الانصار قال فهل قعد احدٌ من
المهاجرين قال لا تتابع المهاجرون
على بيعته من غير ان يدعوهم[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کہ ابوبکر سے بیعت کب کی گئی؟ تو بولے کہ جس دن آنحضرت کی وفات ہوئی اُسی دن۔ صحابہ اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ دن کا ایک حصہ بھی اس طرح گذاریں کہ وہ جماعت کے ساتھ منسلک نہ ہوں اب عمرو بن حریث نے پوچھا کہ کیا ابوبکر کی کسی نے مخالفت کی تھی؟ سعید بن زید نے جواب دیا کہ نہیں البتہ مرتد نے یا انصار میں سے اُس شخص نے مخالفت کی جو قریب تھا کہ مرتد ہو جاتا اگر اللہ تعالیٰ اُس کو اس سے بچا نہ لیتا۔ اس کے بعد عمرو بن حریث نے دریافت کیا کہ کیا مہاجرین میں سے بھی کسی نے بیعت سے پہلو تہی کی تھی۔ سعید بن زید نے کہا کہ نہیں۔ مہاجرین تو بغیر بلائے ہی بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔

اس روایت میں تو عام مہاجرین کی بیعت کا تذکرہ ہے جن میں خود حضرت علی بھی شامل تھے لیکن جہاں تک خاص حضرت علی کی ذات کا تعلق ہے اس کا ذکر اس روایت میں ہے اور اس قدر وضاحت وصراحت کے ساتھ کہ اُس سے زیادہ ممکن نہیں۔

حدثنا عبيد الله بن سعيد قال اخبرني
عمي قال اخبرني سيف عن عبد العزيز
بن سياه عن حبيب بن ابي

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ علی اپنے گھر میں تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ ابوبکر بیعت لینے کے لئے بیٹھے ہیں۔ علی یہ

[1] طبری ج ۲ ص ۴۴۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت قال کان علی فی بیتہ اذ اُتی فقیل لہ قد جلس ابوبکر للبیعۃ فخرج فی قمیص ما علیہ ازار و لا رداءٌ عجلاً کراھیۃ ان یبطئ عنھا حتی بایعہ ثم جلس الیہ و بعث الی ثوبہ فاتاہ فتجللہ و لزم مجلسہٗ

سنتے ہی صرف قمیص پہنے ہی باہر نکل آئے اُس وقت ان کے بدن پر نہ چادر تھی اور نہ تہبند۔ ان کو جلدی اس لئے تھی کہ وہ بیعت میں پیچھے رہ جانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ابوبکر سے بیعت لی پھر اُن کے پاس جاکر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے منگوائے جب وہ آگئے تو انھوں نے کپڑے پہنے اور ابوبکر کی مجلس میں بیٹھے رہے۔

لہ طبری ج ۲ ص ۴۴۷

ماہنامہ صبح صادق کا قرآن نمبر

(جو جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہو چکا ہے)

قرآن کی دعوت، اور اس کے مطالبات، اس کی تاثیر اور انقلاب انگیزی اس قسم کے تمام موضوعات پر بلند پایہ اور اعلیٰ قدر و قیمت کے مضامین کا ایک بیش بہا ذخیرہ۔

یہ نمبر علوم قرآن، تاریخ قرآن، فضائل قرآن، آداب تعلیم و تلاوت قرآن کا ایک قابل قدر خزانہ ہے۔ قرآن کی تدوین کب اور کس طرح ہوئی قرآن فہمی کے شرائط و اصول کیا ہیں؟ قرآن کی خدمت کن کن زبانوں میں ہوئی اپنے تمام ضروری اور مفید سوالات کے جواب آپ کو بسط و تفصیل کے ساتھ اس خصوصی نمبر میں ملیں گے اور اکابر مفسرین کے دلچسپ اور سبق آموز حالات اور ان کی تفسیری خدمات آپ اس ضخیم نمبر میں ایک جگہ پڑھ سکیں گے۔

ارکان ادارہ صبح صادق کے علاوہ جن جلیل القدر علماء اور ماہرین علوم قرآنی نے اس نمبر میں قرآن کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے ان میں سے بعض حضرات کے اسمار گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا عبدالماجد دریاآبادی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر میر ولی الدین، مولانا شاہ معین الدین، مولانا محمد اسحاق۔

چندہ سالانہ چار روپیہ ——— قرآن نمبر کی قیمت ڈیڑھ روپیہ

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:- دفتر رسالہ صبح صادق مکارم نگر لکھنؤ۔

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ:- جناب شجاعت علی صاحب نمبر ۴۴ کاٹن ایکسچینج بلڈنگ میکلوڈ روڈ کراچی۔

© rasailojaraid.com